☆بسم اللہ الرحمٰن الرحیم☆

ضعیف احادیث اور غیر مقلدین خصوصًا زبیر علی زئی

(غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا جواب)

تحریر و تحقیق: ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

﴿ضعیف احادیث اور غیر مقلدین خصوصًا زبیر علی زئی﴾

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

(غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا جواب الجواب)

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ والسّلام علی سیدالانبیاء و المرسلین :أمابعد!

میرا ایک مضمون[ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ،منکرین حدیث کا نیا روپ]مجلّہ ''البرہان الحق جولائی تا ستمبر۲۰۱۲ء''میں شائع ہوا،اس کے علاوہ یہی مضمون[انتظامیہ لاہور،الحقیقہ شکرگڑھ،چاریار مصطفیٰ راولپنڈی اور سواد اعظم دہلی (انڈیا) میں بھی شائع ہوا اور عوام و خواص خصوصًا علمائے اہل سنت نے اس کو بہت پسند فرمایا مگر غیر مقلد زبیر علی زئی مدیر ''الحدیث''حضرو کو یہ بات پسند نہیں آئی اور انھوں نے اپنے شمارہ الحدیث جون،جولائی ۲۰۱۳ء میں اس کا اپنے زعم میں جواب لکھا اسی کا جواب حاضر خدمت ہے:

سب سے پہلے یہ بات سمجھ لی جائے کہ اس مسئلہ میں ہمارا اہل سنت و جماعت کا موقف کیا ہے ہمارا موقف بالکل دوٹوک اور واضح ہے کہ [ہم نہ ضعیف حدیث کا کلی انکار کرتے ہیں اور نہ کلی اقرار،عقائد و احکام میں ضعیف احادیث کو قبول نہیں کرتے اسی طرح صحیح احادیث کے مقابل بھی نہیں قبول کرتے اور فضائل اعمال و مناقب وغیرہا میں ضعیف احادیث کو قبول کرتے ہیں اور ضعیف روایات کو احادیث میں ہی شمار کرتے ہیں جبکہ اس میں شدید ضعف نہ ہو یا وہ موضوع نہ ہوں]اور جرح و تعدیل کے معاملے میں محدثین کے فیصلے کو اجتہادی معاملہ سمجھتے ہیں

ان صورتوں میں ضعیف روایات کو ترک کرنا ہے

﴿۱﴾ جب کوئی ضعیف روایت قرآن کے خلاف ہو

﴿۲﴾ جب کوئی ضعیف روایت کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو

﴿۳﴾ جب کسی ضعیف روایت میں کوئی راوی کذاب یا اس میں شدید ضعف ہو

جن صورتوں میں ضعیف روایات قبول ہیں

﴿۴﴾ جب کوئی ضعیف روایت قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو اور اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ ہو

﴿۵﴾ جب کسی ضعیف روایت میں راوی کذاب نہ ہو اور اس کے کسی راوی میں شدید ضعف بھی نہ ہو تو قبول ہے جبکہ وہ فضائل میں ہو

﴿۶﴾ جب کسی ضعیف روایت کے متابعات اور شواہد ہوں تو

ان تمام صورتوں میں ضعیف حدیث کا کلی انکار کرنا بھی غلط ہے اور ان ساری صورتوں میں ضعیف روایات کا حجت ماننا بھی غلط ہے بلکہ جن صورتوں میں ان کی قبولیت ہے ان کو قبول کرنا ہے اور جن صورتوں میں ان کا ترک ہے تو ان صورتوں میں ضعیف روایت کا ترک کرنا ہے یہی سلف صالحین،محدثین و فقہاء کا منہج ہے

اس تمہید کے بعد اب جواب حاضر ہے:

غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے الحدیث شمارہ ۱۰۶ جون ۲۰۱۳ء صفحہ نمبر ۳۰ تا ۳۴ تک دس نمبروں کے تحت محدثین کے اقوال لکھے جس سے زبیر علی زئی نے یہ تاثر دیا کہ یہ حضرات بھی مطلقاً ضعیف حدیث کو رد کرتے ہیں مردود سمجھتے ہیں لیکن یہ ان کی بھول ہے میرا موضوع ضعیف حدیث کا کلی انکار ہے اور زبیر صاحب جزوی انکار دکھاتے ہیں اور محدثین کی بات میں اپنا فہم داخل کرتے ہیں اور موڑ توڑ کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں آیئے دیکھیں محدثین ضعیف احادیث کے بارے میں صراحتاً کیا فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں:

[قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف فى فضائل الأعمال]

ترجمہ: بے شک علماء کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے (شرح الأربعين للنووى ص۱)

﴿۲﴾ علامہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ضعیف کے بارے میں فرماتے ہیں

[لجواز العمل به فى فضائل الاعمال بالاتفاق]

ترجمہ: فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل بالاتفاق جائز ہے (حرز ثمین شرح مع حصن حصین ص ۲۳)

﴿۳﴾ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة ،وبالحسن اخرى]

ترجمہ: بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا

(الميزان الكبرٰى للشعرانى ۱/۶۸مطبوعه مصر)

﴿۴﴾ امام عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[محدثین وغیر ہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیر ہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں (تدريب الراوى ۱/۲۹۸مطبوعه الرياض ،تحذير الخواص ۷۳)

﴿۵﴾ امام عثمان بن عبدالرحمٰن، أبوعمرو تقی الدین المعروف بابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[محدثین وغیر ہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل مواعظ، قصص ،فضائل اعمال، ترغیب وترہیب وغیر ہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں

(مقدمة ابن الصلاح فى علوم الحديث ص۱۰۳مطبوعه بيروت)

﴿۶﴾ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[الضعيف غير الموضوع يعمل به فى فضائل الاعمال]

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف جو موضوع نہ ہو پر عمل کیا جائے گا (فتح القدير لابن همام۱/۳۴۹)

﴿۷﴾ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

[محدثین وغیر ہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل کرتے ہیں]

(النکت علی مقدمة ابن الصلاح ۳۰۸/۲ مطبوعه الریاض)

﴿۸﴾ علامہ جمال الدین القاسمی الدمشقی ضعیف حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

[اور زہد، مکارم الاخلاق جن کا تعلق حلال وحرام سے نہیں ہوتا موضوع روایات کے سوا دیگر روایات میں نرمی برتتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں] (قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث ص ۷۱)

﴿۹﴾ علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

[الجمهور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال]

ترجمہ: جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے (حلیة المحلی شرح منیة المصلی)

﴿۱۰﴾ امام حافظ السخاوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ضعیف کے بارے میں فرماتے ہیں:

[ضعیف حدیث فضائل میں عمل کے لئے مقبول ہوتی ہے] (فتح المغیث / ۷۳)

اسی طرح یہی بات (۱۱) زین الدین عبدالرحیم بن حسین العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے [التقیید والایضاح شرح مقدمة ابن الصلاح ص ۱۳۵] اور (۱۲) برہان الدین ابواسحاق الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے [الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح ۳۳۲/۱، ۳۳۳] میں (۱۳) امام حاکم نے [المستدرك علی الصحیحین ۴۹۰/۱] میں (۱۴) امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے [کتاب الامام ۱۷۱/۱] میں (۱۵) حافظ ابن تیمیہ [فتاوی ابن تیمیہ ۳۹/۱] میں (۱۶) محمود عیدان احمد الدلیمی نے [جرح الرواة وتعدیلهم ۵۰/۶] میں اور (۱۷) علی بن نایف الشحود نے [الخلاصة فی أحکام الحدیث الضعیف ص ۳۹] میں اور (۱۸) غیر مقلدین کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی نے [فتاوی نذیریہ ۳۰۳/۱] میں اور (۱۹) نواب صدیق حسن خاں نے [دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۸۸۹] میں (۲۰) مولانا ثناء اللہ امرتسری [اخبار اہل حدیث ۱۵ شوال ۱۳۴۶ھ] میں (۲۱) مولانا عبداللہ روپڑی غیر مقلد نے [فتاوی اہل حدیث ۴۷۳/۲] میں فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کرنے کو صحیح سمجھا ہے

زبیر علی زئی خود بھی اس بات سے متفق ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح بخاری میں [ضعیف روایات] لائی ہیں دیکھئے [الحدیث جولائی ۲۰۱۳ء ص ۲۳] میں، تو گزارش ہے کہ اگر آپ کے بقول ضعیف روایات مردود روایات ہیں تو ان تمام محدثین بشمول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اپنی اپنی کتابوں میں اور وہ بھی صحاح ستہ کی کتب میں ان ضعیف یعنی بقول زبیر علی زئی کے مردود روایات کو نقل کیا ہے اگر وہ حضرات ان کو مردود روایات سمجھتے تو کیا وہ ان روایات کو اپنی کتابوں میں نقل کر کے وہ بھی بغیر اس کو مردود بتائے جرم نہیں کر رہے؟ اگر جواب ہاں میں ہیں تو کھلم کھلا اعلان کریں اور اگر جواب نہیں میں ہے تو ضعیف احادیث کا کلی انکار سے رجوع کا اعلان کریں

زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کا دفاع کرنا اہل حدیث کا شعار ہے دیکھئے [الحدیث جون ۲۰۱۳ء ص ۱۹] اس کا مطلب ہے جب بخاری ومسلم کتب نہیں تھیں اہل حدیث کا شعار بھی نہ تھا اور اہل حدیث یعنی غیر مقلدین بھی نہ تھے آیئے دیکھتے ہیں کہ بخاری کے

دیوانے صحیح بخاری پر کس طرح عمل کرتے ہیں صرف ۱۰ روایات پیش خدمت ہیں

﴿۱﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب [الابراد بالظهر فی شدة الحر] کے تحت یہ روایت لکھی

[حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے]

(صحیح بخاری ۱/۳۲۰)

جبکہ اس کے مقابلے میں غیر مقلدین کا عمل ظہر کی نماز گرمیوں میں جلدی پڑھنا ہے

﴿۲﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [المیت یسمع خفق النعال] مردہ جانے والوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے، کے تحت حضور ﷺ کا یہ فرمان لکھا:

[جب آدمی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آوازوں کو سنتا ہے]

(صحیح بخاری ۱/۵۷۹)

جبکہ غیر مقلدین مردے کا سننا مانتے ہی نہیں

﴿۳﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [الصلوٰة بعد الفجر حتیٰ ترتفع الشمس] کے تحت یہ روایت نقل فرمائی

[حضور ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک]

(صحیح بخاری ۱/۳۱۷)

جبکہ غیر مقلدین کا عمل اس کے مخالف ہے

﴿۴﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [اذا رکع دون الصف] صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کرنا، کے تحت یہ روایت نقل فرمائی

[حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ وہ حضور ﷺ کے پاس اس وقت پہنچے جب آپ رکوع میں تھے تو صف میں شامل ہونے سے پہلے انھوں نے رکوع کرلیا پھر حضور ﷺ سے یہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اس سے زیادہ تجھ کو حرص دے لیکن پھر ایسا نہ کر]

(صحیح بخاری ۱/۳۸۶)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی ہوتی لیکن غیر مقلدین کا عمل اس کے مخالف ہے

﴿۵﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [الاذان یوم الجمعة] کے تحت یہ روایت نقل کی:

[سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت ہوگئے انھوں نے زوراء کے مقام پر تیسری اذان پڑھائی پھر یہ مستقل طریقہ ہوگیا]

نوٹ: دو اذانیں اور ایک اقامت کو اس روایت میں اکٹھا بیان کیا گیا ہے (صحیح بخاری ۱/۴۳۰، ۴۳۱)

اب بھی ساری امت مسلمہ بشمول مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں جمعہ کی دوسری اذان دی جاتی ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور سے یہ صحابہ کی سنت شروع ہوئی اور آج تک جاری و ساری ہے سوائے اہل تشیع و غیر مقلدین کے سب مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں لیکن غیر مقلدین اس کو بدعت کہتے ہیں دیکھئے [فتاوی ستاریہ ۳/۸۵، فتاوی علمائے حدیث ۲/۱۷۹، تیسر الباری ۲/۲۱]

﴿۶﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی:

[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ حضرت عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر جتنی مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کاٹ دیتے]

(صحیح بخاری حدیث ۵۸۹۲)

اس روایت کے راوی صحابی کا عمل یہ بتاتا ہے کہ مسنون داڑھی بقدر قبضہ ہے صحابہ کرام خصوصاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج شناس بھی تھے، فقیہہ بھی تھے اس حدیث کے راوی بھی ہیں اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں مگر پھر بھی غیر مقلدین اس بات کو قبول نہیں کرتے:

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [میں کہتا ہوں کہ جو بات ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا داڑھی کٹوانا اور بقدر ایک مشت کے رکھنا یہ حج و عمرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے ہیں کہ داڑھی طول و عرض میں زیادہ بڑھ کر صورت کو بھدی اور بدنما نہ کر دے، پھر آخر میں لکھا کہ حضرت ابن عمر، حضرت عمر فاروق، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا بھی ایسا ہی عمل تھا] (فتح الباری ۱۰/۳۵۰ مطبوعہ بیروت)

لیکن غیر مقلدین کا عمل اس کے خلاف ہے یہ سامنے کی بات ہے

﴿۷﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [من اجاز طلاق الثلاث] کے تحت یہ روایت نقل فرمائی:

[حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دے دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو الگ کر دیا یعنی تین طلاقیں واقع ہو گئیں] (صحیح بخاری ۱/۱۴۹)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی بھی نقل فرمایا آپ فرماتے ہیں [اگر تو ایک بار یا دو بار طلاق دیتا تو رجعت کر سکتا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایسا ہی حکم دیا لیکن جب تو نے تین طلاق دے دیئے تو اب وہ عورت تجھ پر حرام ہو گئی یہاں تک کہ تیرے سوا کسی اور سے نکاح کرے] (صحیح بخاری ۱/۱۵۱)

جبکہ ان روایات پر غیر مقلدین کا عمل نہیں، بلکہ تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں

﴿۸﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت وتر کے بارے میں ایک باب [القنوت قبل الرکوع وبعدہ] کے تحت یہ روایت بیان کی:

[عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا بیشک قنوت تھی میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد انھوں نے فرمایا رکوع سے پہلے میں نے کہا فلاں صاحب آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں رکوع کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک قنوت (نازلہ) پڑھی تھی (جب ستر

صحابہ رضی اللہ عنہم کوشہید کیا گیا تو اس قبیلے کے خلاف) (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۰۰۲)

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی سوال ہوا

[حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت وتر کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا یا قرأت سے فارغ ہوکر (یعنی رکوع سے پہلے) آپ نے فرمایا قرأت سے فارغ ہوکر]

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۴۰۸۸)

غیر مقلدین کا مستقل عمل رکوع کے بعد ہی ہے ان روایات کے خلاف عمل کرتے ہیں بلکہ رکوع کے بعد قنوت وتر ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں دیکھئے فتاوٰی علمائے حدیث ۳/۲۰۵، تحفۃ الاحوذی ۱/۲۴۳ نوٹ: غیر مقلدین قنوت نازلہ کی روایات پیش کرتے ہیں جبکہ قنوت نازلہ اور ہے اور قنوت وتر اور ہے قنوت وتر کا ثبوت بعد الرکوع نہیں ہے

⑨ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے [صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۵۶۹، ۵۵۷۰، ۵۵۷۳، ۵۵۷۴] میں مختلف الفاظ سے روایات لکھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی تین دن ہے مگر غیر مقلدین کا عمل ان روایات پر نہیں وہ قربانی چار دن کے قائل ہیں

⑩ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [الصلوٰۃ قبل المغرب] کے تحت ایک روایت نقل فرمائی:

[حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لمن شاء کراھیۃ أن یتخذھا الناس سنۃ" جو چاہے (وہ پڑھ لے) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت نہ بنالیں]

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۱۸۳)

لیکن غیر مقلدین اس کو سنت سمجھتے ہیں اور جو اس کو سنت نہ سمجھے تو اس کو ظالم اور بدعتی کہتے ہیں دیکھئے فتاوٰی علمائے حدیث ۴/۲۳۵

یہ چند روایات صحیح بخاری سے نقل کیں چونکہ یہ مضمون طوالت کا متحمل نہیں ہوسکتا اس کے لئے پوری ایک کتاب ہونی چاہیے یہ صرف ایک نمونہ ہے ان کے لئے جو لوگ بخاری بخاری کرتے رہتے ہیں اور خود بخاری پر عمل نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں

علمی دنیا میں غیر مقلدین خصوصًا زبیر علی زئی کا انوکھا فراڈ

غیر مقلد زبیر علی زئی نے یہ فن اپنے بڑے غیر مقلدوں خصوصًا عبدالرحمٰن مبارک پوری سے لیا ہے کیونکہ وہ اس فن میں بڑے ماہر تھے دیکھئے ان کی کتاب تحفۃ الاحوذی، زبیر علی زئی کا طریقہ واردات یہ ہے کہ اگر کوئی حسن یا صحیح حدیث پیش کرے تو یہ حضرت اسماء الرجال سے ان کے راویوں میں کسی کو زبردستی ضعیف ثابت کرکے اس روایت کو ضعیف قرار دے کر مردود کہہ دیں گے جبکہ اگر کثرت سے محدثین نے اس روایت کو حسن یا صحیح کہا ہو لیکن یہ حضرت ان کے حسن کہنے کو بھی مردود قرار دے دیتے ہیں لیکن کوئی روایت جس کے بارے میں کثرت سے محدثین اس کو ضعیف قرار دے رہے ہوں مگر ہو وہ ان کے مطلب کی تو زبیر علی زئی اس کو زبردستی ادھر اُدھر کے اقوال سے اور کبھی زبردستی کے شواہد کی بناء پر اس روایت کو حسن قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس عزم کا پاس رکھ لیا جاتا کہ ہم صحیح وحسن روایات پر عمل کرتے ہیں مثال حاضر

ہے:

﴿۱﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی روایت جو جامع ترمذی میں ہے اس کو تقریباً ۶۰ سے زیادہ محدثین نے صحیح وحسن مانا ہے جبکہ زبیر علی زئی [الحدیث شمارہ ۳۴ ص ۱] پر لکھتے ہیں

[ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو اگر جمہور (مثلاً تین بمقابلہ دو) اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کر دیں تو یہ راوی صدوق حسن الحدیث ہوتا ہے]

جبکہ اسی ترک رفع یدین کے سارے راوی ثقہ ہیں اور خاص کر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے حوالے خصوصی بات یہ ہے کہ میری کتاب [سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین] میں ۳۰ محدثین کی اصل کتب کے عکس سے مزین ثبوت دیکھئے کہ کسی ایک نے بھی تدلیس کی وجہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف نہیں قرار دیا ہے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلس کی تفصیل کے لئے کتاب ملاحظہ فرمائیں انٹرنیٹ کا لنک یہ ہے www.scribd.com/ zafarulqadri/ documents مگر چونکہ یہ روایت ان کے خلاف ہے لہٰذا یہ حسن روایت بھی ضعیف بنا کر مردود قرار دے دی گئی

﴿۲﴾ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [لا وضو لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ] اس شخص کا وضو نہیں، جس نے اس سے قبل بسم اللہ نہیں پڑھی

یہ روایت حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی، حضرت سعید بن زید، حضرت انس، حضرت سہل بن سعد، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یہ روایت ضعیف ہے اس بارے میں جتنی روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں محدثین ان سب کو ضعیف کہتے ہیں دیکھئے:

﴿۱﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے

[مسائل احمد ا/۳ مسئلہ ۱۶، ۱۷ روایۃ ابن ھانی، ۱/۹۱ روایۃ عبداللہ، ۱/۹۹ روایۃ الکوسج، ۱/۶۲ روایۃ صالح، ص ۶ روایۃ ابی داؤد صاحب السنن، التحقیق لابن جوزی ۱/۱۴۳ روایۃ الأثرم] میں

﴿۲﴾ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے [نصب الرایۃ ۱/۴] میں

﴿۳﴾ حافظ ابن رشد نے [بدایۃ المجتہد ۱/۱۷] میں

﴿۴﴾ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے [بلوغ المرام ص ۱۱] میں

﴿۵﴾ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے [الامام لابن دقیق العید ۱/۴۴۹، البدر المنیر ۲/۸۶] میں

﴿۶﴾ امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے [الاوسط لابن المنذر ۱/۳۶۸] میں

﴿۷﴾ امام ابوعبید القاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے [کتاب الطھور ص ۵۴] میں

﴿۸﴾ امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے [الضعفاء الکبیر للعقیلی ۱/۱۷۷] میں

⑨امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے[البدر المنیر۲/۸۹]میں

⑩علامہ ابن القیم نے[زاد المعاد۲/۳۸۸]میں

اس کے علاوہ بھی دیگر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جہاں تک زبیر علی زئی نے یہ لکھا کہ سنن ابن ماجہ (۳۹۷) مسند احمد ۳/۴۱ کی روایت حسن لذاتہ ہے اور بوصیری نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے دیکھئے[الحدیث ص۲۴ شمارہ ۷۰ اجولائی ۲۰۱۳ء] میں، لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ مسند احمد کے محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے[مسند احمد۳/۴۱بتحقیق شعیب الارناؤوط رقم الحدیث ۱۱۳۸۸، ۱۱۳۸۹، اسنادہ ضعیف]اس کے علاوہ [تحقیق مسند احمد ۱۷/۴۶۴]میں بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے، مسند احمد کی روایت زبیر علی زئی نے خود بھی ضعیف کہا ہے دیکھئے شمارہ ۱۰۶ ص:۳ میں لکھا[سنن ابن ماجہ کی سند حسن لذاتہ ہے اور باقی تمام روایت بلحاظ سند ضعیف ہیں] حالانکہ اس سے اوپر رواہ احمد بھی لکھا ہے، ہر ایک سند میں کوئی نہ کوئی راوی ضعیف ہے اور جہاں تک امام بوصیری کا معاملہ ہے تو انھوں نے[مصباح الزجاجۃ۱/۵۹]میں جس روایت کو حسن کہا اس سے مراد حسن لغیرہ ہے کیونکہ اس میں ایک راوی [کثیر بن زید] کو درج ذیل محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے

①امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے[معرفۃ الرجال ص۱۰۴ روایۃ ابن محرر، التاریخ لابن ابی خیثمۃ ص۴۳۹]میں

②امام ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے[سوالات ابن ابی شیبۃ لابن المدینی ص۹۵]میں

③امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے[الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۲۰۶]میں

④امام یعقوب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے[تاریخ دمشق ۵۰/۲۵]میں

⑤امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے[المجروحین ۲/۲۲۲]میں

⑥امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے[الجرح والتعدیل ۷/۱۵۱]میں

⑦امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے[الجرح والتعدیل ۷/۱۵۱]میں

⑧امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے[الضعفاء والمتروکین ۳/۲۲]میں ذکر کیا

⑨امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے[مصباح الزجاجۃ۱/۵۹]میں

⑩امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے[تہذیب التہذیب ۸/۳۷۱]میں

اس کے علاوہ بھی کئی محدثین نے اس راوی کو ضعیف سمجھا ہے

اس روایت میں دوسرا راوی[ربیع بن عبدالرحمٰن] ہے اس کو بھی درج ذیل محدثین نے ضعیف سمجھا ہے:

①امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''منکر الحدیث'' کہا[علل الترمذی الکبیر:۱/۷]

②امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کو[دیوان الضعفاء ص:۹۹]میں شمار کیا

③حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقریب میں مقبول اور[نتائج الأفکار : ۱/۱۷۱] میں ''مختلف فیہ'' قرار دیا

④امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''لیس بمعروف ''[الکامل لابن عدی:۳/۱۷۳]

⑤امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت کو غیر ثابت قرار دیا[العلل المتناهية:۱/۳۳۸]

⑥مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی اس کی روایت کے تحت لکھا ''اس کی سند میں کمزوری ہے[تحقيق مسند ابی يعلیٰ: ۲/۱۹]

⑦امام حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مجہول قرار دیا ہے[منحة العلام شرح بلوغ المرام: ص۱۸۲]

لہٰذا ان دلائل کے پیش نظر یہ روایت حسن لذاتہ نہیں ہوسکتی، جبکہ یہ زیادہ سے زیادہ حسن لغیرہ ہے اور زبیر علی زئی حسن لغیرہ کو مردود قرار دیتے ہیں دیکھئے[الحدیث شمارہ:۳۴ص۱]اس کے علاوہ زبیر علی زئی نے خود لکھا ''یہ مسئلہ تو قرآن سے ثابت ہوگیا.....لہٰذا سنن ترمذی کی ضعیف روایت کی کوئی ضرورت نہیں''[الحدیث :ص۲۰ جولائی ۲۰۱۳ءشمارہ ۱۰۷]لہٰذا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب وضو کے فرائض قرآن کریم سے ثابت ہیں کہ وہ چار ہیں تو اس ضعیف روایت کی ضرورت کیوں؟

کیا اس ضعیف روایت سے آپ کے نزدیک قرآن پر اضافہ جائز ہوگیا جبکہ یہ فضائل میں تو مقبول ہے اور جن محدثین نے اس کو قبول کیا ہے تو فضائل میں ہی قبول کرتے ہیں احکام میں نہیں ملاحظہ فرمائیے:

[امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سیان کے مختلف تلامذہ نے یہ سوال کیا کہ اگر ایک آدمی وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھے، یا دانستہ چھوڑ دے، یا نسیان کی وجہ سے رہ جائے تو اسکے وضو کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھے اسے جان بوجھ کر حدیث کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، اگر وہ تسمیہ نہ کہے تو اس کا وضو درست ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ پڑھنے کو قرآن مجید میں فرض قرار نہیں دیا ،اس بابت جتنی بھی احادیث ہیں وہ میرے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں اس کی کوئی سند عمدہ نہیں]

دیکھئے: [مسائل احمد :۱/۳مسئلہ ۱۶،۷ارواية ابن هانی،۱/۹۱روایۃعبداللّٰہ ،۱/۹۹روایۃالکوسج،۱/۶۲روایة صالح، ص۶ روایة ابی داؤد صاحب السنن،التحقيق لابن جوزی۱/۱۴۳روایة الأثرم]میں،مگر غیر مقلدین پھر بھی کہتے ہیں کہ جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں حالانکہ یہ صرف فضیلت کی لئے ہے دیکھئے:[تحفة الأحوذی:۱/۹۴،شرح بلوغ المرام عطيه محمد سالم :جز ۱۸/۷،منحة العلام شرح بلوغ المرام :ص۱۸۷،مشكوٰة المصابيح مع مرعاة المفاتيح :۲/۲۱۵]

لیکن پھر بھی زبیر علی زئی اس روایت کو حسن کہتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں

﴿زبیر علی زئی کے شبہات، اکاذیب، تدلیسات، تلبیسات اور ان کے جوابات﴾

زبیر علی زئی نے ''الحدیث کے جون، جولائی ۲۰۱۳ء کے دو شماروں میں ۳۰ روایتیں لکھ کر اس پر عمل کرنے کو لکھا لہٰذا اس کے شبہات کا جواب حاضر ہے

۱)امام طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بحوالہ کتاب المراسیل لابی داؤد لکھی اور لکھا کہ اس روایت کی سند امام طاؤس تک حسن لذاتہ ہے

[الحدیث :ص۳۶ شمارہ۱۰۶]

جواب: زبیر علی زئی کا اس روایت کی سند کو حسن لذاتہ کہنا غلط ہے کیونکہ اس کے ایک راوی[سلیمان بن موسیٰ الدمشقی]پر شدید جرح موجود

ہےاور زبیر علی زئی کے کلیے کے مطابق جمہور محدثین کے ہاں مجروح ہے کیونکہ تقریبًا ۲۳ محدثین نے اس کو مجروح قرار دیا ہے اور علی زئی نے اس کی تعدیل کے اقوال لکھے ہیں ان میں تعدیل نہیں صرف تعریف ہے اور بعض اس کے اپنے اصولوں کے مطابق صحیح نہیں پھر ۹ کے مقابلے میں ۲۳ مجروح قرار دے رہے ہیں تو وہ یقینًا مجروح ہے

ہمارا عمل اس کے مقابلے میں صحیح روایت پر ہے اور شروع میں یہ بات لکھ دی ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت ضعیف کے مقابلے میں صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ روایت یہ ہے[حدثنا وکیع،عن موسیٰ بن عمیر،عن علقمة بن وائل بن حجر،عن ابیه قال رأیت النّبیّ ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصّلوٰة تحت السّرّة]ترجمہ:حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر زیر ناف باندھتے (مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۳۹۰رقم ۳۹۵۹ بتحقیق محمد عوامه،دوسرا نسخه مصنف ابن ابی شیبة :۱/۳۴۳رقم۳۹۳۸ بتحقیق کمال یوسف الحوت مطبوعه الریاض) یہ روایت صحیح ہے اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہمارے برادر اصغر محترم فیصل خان صاحب کی کتاب[الدرة فی عقد الایدی تحت السرة]ص:۱۳تا۵۷ مطالعہ فرمائیں

۲)دوسری روایت جو سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بحوالہ صحیح ابن خزیمہ نقل کی اس کا جواب حاضر ہے

جواب: یہ روایت مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف ہے اور زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ وہ ثقہ صدوق ہے غلط ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل کو تقریبًا ۵۰ سے زیادہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے محترم فیصل خان صاحب کی کتاب[الدرة فی عقد الایدی تحت السرة]ص:۱۰۸تا۱۱۵،اس کے مقابلے میں ہم نمبر ایک کے تحت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کرتے ہیں

۳،۴)تیسری اور چوتھی روایت جو حضرت عباہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بحوالہ کتاب القرأة خلف الامام للبیہقی نقل کی اس کا جواب

جواب:اگر اس کی سند زبیر علی زئی کے نزدیک صحیح ہے تو اس سند سے یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں[سفیان ،زهری ،محمود بن الربیع،عباده بن صامت رضی اللہ عنہ یبلغ به النّبیّ ﷺ قال لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعدا]ترجمہ:حضرت عباہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھیں نبی ﷺ کا فرمان پہنچا آپ ﷺ نے فرمایا،اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورت فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے[سنن ابوداؤد:۱/۲۷۷رقم ۸۲۲]اس کی سند بھی وہی ہے جو علی زئی نے لکھی ہے

اگر زبیر علی زئی کہے کہ یہ اکیلے نمازی کے لئے ہے تو جوابًا کہا جائے گا کہ آپ نے جو روایت لکھی وہ بھی تو اکیلے نمازی کے لئے ہے ملاحظہ فرمائیں،امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ والی روایت کا مطلب بیان کرتے ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں[وأما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی ﷺ لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحده] ترجمہ:امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلا نماز پڑھ رہا ہو(تو فاتحہ ضروری ہے)[جامع ترمذی:۱/۴۰۸تحت حدیث ۳۱۲]اس کے علاوہ جو روایت زبیر علی زئی نے لکھی اس کے بارے میں انھی کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں[وهذا الحدیث معلل عند ائمة الحدیث بأمور کثیرة، ضعفه احمدوغیره من الائمة]ترجمہ:یہ حدیث بہت سی وجوہ سے ائمہ حدیث کے نزدیک معلول ہے امام

احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے (الفتاوٰی الکبرٰی ۲/۹۹مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)

جبکہ ہم اہل سنت و جماعت ان صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں:

(۱)[رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کہے تو تم سب آمین کہو] دیکھئے:

(سنن ابن ماجه باب اذا قرأ الامام فأنصتو ا : ۲/۳۰رقم۸۴۶)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں یہ حدیث صحیح ہے تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب] اربعین ظفر] انٹرنیٹ کا لنک یہ ہے

www.scribd.com/ zafarulqadri/ document

(۲)[مالك عن ابی نعیم وهب بن كیسان أ نه سمع جابر بن عبدالله یقول من صلی ركعة لم یقرأ فیها بأم القرآن فلم یصل الا وراء الامام]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے کوئی رکعت یا نماز پڑھی اور اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو اس کی نماز ہوگئی) نوٹ: اس کے تمام راوی بخاری کے راوی ہیں یہ روایت صحیح ہے

[موطا امام مالك : ۱/۸۴ رقم۱۸۷،جامع ترمذی: ۱/۲۱۷رقم۲۹۷،سنن الكبرٰی للبیهقی: ۲/۱۶۰رقم۳۰۱۴،مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۳۶۰رقم۳۶۴۱]

۵) پانچویں روایت زبیر علی زئی نے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے لکھی کہ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں نماز پڑھائی آپ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے

جواب: یہ روایت سخت ضعیف ہے دیکھئے: صحیح ابن حبان بتحقیق شعیب الارناؤوط: ۶/۱۶۹رقم الحدیث ۲۴۰۹مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے، قال شعیب الارناؤوط اسنادہ ضعیف

اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ جمہور محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے دوسرا راوی یعقوب القمی شیعہ ہے اور متفرد ہے اور اس کا تفرد قبول نہیں، جبکہ اجماع صحابہ اور اجماع امت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جو[مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۴رقم ۷۷۷۴ میں ہے کی تائید کرتا ہے اس کے لئے تفصیل دیکھئے:[البرہان الحق شمارہ: ۱۱ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء]اس پر ہمارا عمل ہے

۶) زبیر علی زئی نے چھٹی روایت نقل کی، سیدنا قیس بن قہد رضی اللہ عنہ نے صبح کی (فرض) نماز کے بعد (طلوع آفتاب سے پہلے) دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں پھر جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تو انھوں نے بتا دیا کہ میری دو رکعتیں رہ گئیں تھیں رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے

جواب: صحیح ابن حبان: ۴/۴۲۹رقم ۱۵۶۳ بتحقیق شعیب الارناؤوط مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے اسنادہ ضعیف، اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں[حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے] یہی روایت حضرت ابی سعید الخدری، حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں (صحیح بخاری ۱/۸۳، صحیح مسلم ۱/۲۷۵)

۷) ساتویں روایت جو سنن ابو داؤد کے حوالے سے نقل کی کہ نبی ﷺ غزوہ تبوک میں جمع تقدیم فرماتے اور زبیر علی زئی نے لکھا کہ نیموی نے لکھا [وھو حدیث ضعیف جدا]

جواب: اس روایت میں لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے دیکھئے سیر اعلام النبلاء: ۶/۷۹ اترجمہ ۸۴ میں جبکہ ہم صحیح حدیث جو بخاری و مسلم میں ہے اس پر عمل کرتے ہیں [حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھل جانے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر اتر کر ان دونوں کو اکٹھا پڑھتے اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہوتے] (صحیح بخاری: ۲/۵۸، صحیح مسلم: ۲/۱۵۰)

۸) آٹھویں روایت سنن دار قطنی کے حوالے سے نقل کی کہ نبی ﷺ نے منی کے بارے میں فرمایا کہ یہ بے شک بلغم اور تھوک کی طرح ہے اور تمھارے لئے کافی ہے کہ اسے کپڑے کے کسی ٹکڑے یا گھاس سے پونچھ لے

جواب: غیر مقلدین تو ویسے ہی منی پاک ہونے کے قائل ہیں اور یقیناً وہ منی کو پونچھ ڈالتے ہونگے غسل کی ان کو کیا ضرورت، یہ روایت بھی ضعیف ہے ہمارا اس پر عمل نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں دوسری صحیح روایت پر عمل ہے وہ یہ ہے [حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منی کے بارے پوچھا جو کپڑے سے لگ جائے تو انھوں نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی دھوتی تھی الخ] (صحیح بخاری: ۱/۳۶، صحیح مسلم: ۱/۴۱)

۹) نویں روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی لکھی [کہ رسول اللہ ﷺ وفات تک نماز فجر میں میں قنوت پڑھتے رہے] آگے لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو بریلویہ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اور اگر ضعیف ہے تو ان کا ضعیف روایات کو حجت سمجھنا باطل و مردود ہے

جواب: زبیر علی زئی سے گزارش ہے کہ وہ میرے مضمون کو دوبارہ پڑھیں شاید انھیں میرا مضمون سمجھ نہیں آیا میں نے موٹی سرخی لگائی تھی [ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ] ہمارا اہل سنت و جماعت کا موقف کیا ہے وہ میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ ہم ضعیف احادیث کا نہ کلی انکار کرتے ہیں اور نہ کلی اقرار، اسی طرح صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف روایت آجائے تو پھر صحیح پر عمل کرتے ہیں اور اگر اس معاملے میں صحیح روایت نہ ہو اگر ضعیف روایت ہی ہو تو پھر اس پر عمل کرتے ہیں ضعیف کے مقابلے میں اپنے قیاس پر عمل نہیں کرتے جبکہ آپ کا نعرہ کلی انکار کا ہے لہٰذا ہمیں طعنہ دینے کی ضرورت نہیں یہ روایت بھی ضعیف ہے اور اس کے مقابلے میں ہم اس صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں [عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا بیشک قنوت تھی میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد انھوں نے فرمایا رکوع سے پہلے میں نے کہا فلاں صاحب آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں رکوع کے بعد تو حضور ﷺ نے ایک مہینے تک قنوت (نازلہ) پڑھی تھی (جب ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا تو اس قبیلے کے خلاف) (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۰۰۲)

۱۰) دسویں روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ [نبی ﷺ سفر میں تھے جب آپ کی منزل میں سورج ڈھل جاتا تو سوار

ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا ادا فرماتے الخ]

جواب: اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھل جانے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر اتر کر ان دونوں کو اکٹھا پڑھتے اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہوتے]

(صحیح بخاری: ۲/۵۸، صحیح مسلم: ۲/۱۵۰)

۱۱) گیارویں روایت یہ نقل کی کہ [نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان (جلسے میں) درج ذیل دعا پڑھتے تھے پھر دعا لکھی

جواب: ہمارے نزدیک بھی دعا پڑھنا جائز ہے اختلاف صرف سنیت کا ہے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ دعا یا ذکر مسنون نہیں جائز ہیں دیکھئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے مالابد منہ میں جائز لکھا

۱۲) بارہویں نمبر پر عبدالحمید بن جعفر کی سند سے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ والی روایت لکھی اور اس کے بعد لکھا لیکن بریلویہ کے نزدیک یہ راوی پھر بھی سخت مجروح اور ضعیف ہے سبحان اللہ (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۰)

جواب: عبدالحمید بن جعفر کو امام نسائی، ابن حجر عسقلانی، علامہ ماردینی، یحیی بن سعید، امام بدرالدین عینی، امام ابو حاتم، ابن حبان وغیرہ ضعیف قرار دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی اس روایت میں بہت سی علتیں ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب [ظفر مّبین] اب اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں طویل حدیث ہے.... حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں [آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی پیٹھ جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے آپ ﷺ کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آ جاتی اور جب سجدہ کرتے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگاتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے اور جب دو رکعتیں پڑھ چکتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے الخ]

(صحیح بخاری: ۱/۲۱۰ رقم ۸۲۸ مطبوعہ قاہرہ)

اس میں عبدالحمید بن جعفر ضعیف راوی نہیں ہے اسی لئے اس روایت کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا [اصله فی البخاری] (حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی) اصل روایت بخاری میں ہے [الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة: ۱/۵۳ مطبوعه بیروت]

۱۳) تیرہویں روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کے متعلق لکھی کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے

جواب: اس روایت کے مقابلے میں ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح سند والی روایت پر عمل کرتے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب [سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین] جس میں زبیر علی زئی کے تمام شبہات وخدشات کا مکمل جواب دے دیا گیا

ہے

۱۴)چودھویں روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی لکھی اور خود ہی لکھا کہ اس میں ایک راوی محمد بن عصمہ الرملی مجہول الحال ہے جبکہ دوسری سند میں حصین بن وہب مجہول الحال ہے (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۱)

جواب: اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حسن روایت پر عمل کرتے ہیں [حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو خوب دراز کر کے رفع یدین کرتے تھے]

(سنن ابو داؤد: ۱/۱۱۷ رقم ۷۵۳ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

۱۵)پندرہویں روایت رفع یدین کے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی لکھی اور خود اس کے دو راویوں کو ضعیف بھی لکھا پھر آخر میں لکھا [اس سے ثابت ہوا کہ روایت صرف ضعیف ہے موضوع و متروک نہیں] لہٰذا جو لوگ ضعیف روایت کو حجت سمجھتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اس حدیث کو مدنظر رکھ کر رفع یدین کے بارے میں اپنے عمل کا جائزہ لیں

(الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۲، ۴۳)

جواب: یہ روایت صرف ضعیف نہیں بلکہ متروک بھی ہے میرے علم کے مطابق کسی ثقہ محدث و فقیہہ نے اس روایت کو قبول کر کے یہ فتوی نہیں دیا کہ جو ان مقامات پر رفع یدین نہ کرے تو اس کے اعضاء اس پر لعنت بھیجتے ہیں اس کے خلاف حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ملاحظہ فرمائیں

(۱)[عبدالرزاق عن ابن جریج قال قلت لعطاء أرایت ان نسیت أن أکبر بیدی فی بعض ذلك أعود للصلاة قال لا

]

ترجمہ: ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بعض مقامات میں اگر میں رفع یدین کرنا بھول جاؤں تو اعادہ نماز کروں آپ نے فرمایا نہیں اس کی سند صحیح ہے (مصنف عبدالرزاق: ۲/۷۱ رقم ۲۵۳۶)

(۲)اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ملاحظہ فرمائیں، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ (صاحب سنن) فرماتے ہیں کہ:

[میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ایک آدمی نماز شروع کرتا ہے اور (کوئی بھی) رفع یدین نہیں کرتا تو کیا وہ نماز کا اعادہ کرے تو آپ نے فرمایا نہ کرے اس کی حجت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اعرابی کو رفع یدین کی تعلیم نہیں دی]

(بدائع الفوائد لابن القیم: ۳/۶۰۰ مطبوعہ مکہ مکرمہ)

اس لئے ہم اہل سنت و جماعت اس متروک و ضعیف روایت کے مقابلے میں اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں ایک طویل حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دی حضور ﷺ نے فرمایا

[جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ، پھر جو کچھ قرآن تجھ کو یاد ہو اور آسانی کے ساتھ پڑھ سکے، وہ پڑھ پھر اطمینان سے ٹھہر کر رکوع کر پھر سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدے سے سر اٹھا اور اطمینان سے بیٹھ پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے ادا کر

پھر اسی طرح ساری نماز پڑھ]

(صحیح بخاری : ۱/۹۳رقم۷۵۷مطبوعہ قاھرہ،سنن نسائی : ۲/۲۴رقم۸۸۴مطبوعہ حلب،سنن ترمذی: ۱/۳۹۳رقم۳۰۳مطبوعہ بیروت)

رہا یہ کہ ہم ضعیف روایات کو حجت مانتے ہیں یا نہیں تو یہ بات میں شروع میں واضح کر چکا ہوں کہ ہم ضعیف احادیث کا نہ کلی انکار کرتے ہیں اور نہ کلی اقرار، اسی طرح صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف روایت آجائے تو پھر صحیح پر عمل کرتے ہیں اور اگر اس معاملے میں صحیح روایت نہ ہو اگر ضعیف روایت ہی ہو تو پھر فضائل وغیرہ میں اس پر عمل کرتے ہیں، نہ کہ ہر جگہ قبول کرتے ہیں یہی سلف صالحین، محدثین وفقہاء کا طریقہ ہے اور یہ اصول حدیث ہے اب یہ باتیں بھی ہمیں زبیر علی زئی کو پڑھانا ہوں گی جو غیر مقلدین کے نزدیک اس وقت ذہبی زماں اور سب سے بڑے محدث مانے جاتے ہیں سبحان اللہ!

۱۶)سولہویں روایت لکھی کہ ''نبی ﷺ نے نماز عید میں پہلی تکبیر میں سات اور دوسری میں پانچ یعنی کل بارہ تکبیریں کہیں

(الحدیث شمارہ۱۰۶ص۴۳،۴۴)

جواب: یہاں لگتا ہے کہ کمپوزنگ کی غلطی سے رکعت کی بجائے تکبیر لکھا گیا ہے بہر حال اس روایت میں ایک راوی ''کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی ''سخت ضعیف اور کذاب راوی ہے اس کو امام یحیی بن معین، عثمان بن سعید دارمی، ابن ابی حاتم، نسائی، دارقطنی اور ابو حاتم رحمہم اللہ وغیرہا نے ضعیف، منکر الحدیث وغیرہ کہا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے دیکھئے ''تہذیب الکمال: ۲۴/۱۳۶رقم ۴۹۴۸''اس کے مقابلے میں ہم اہل سنت و جماعت اس صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت علقمہ اور اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے تو حضرت سعید بن عاص نے ان حضرات سے عید کی تکبیرات کے بارے میں پوچھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اشعری سے پوچھو تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو بے شک وہ ہم سے مقدم ہیں اور ہم میں سے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں پس تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھ تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ چار تکبیریں کہتے تھے (ایک تکبیر افتتاح + تین زائد تکبیریں) پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے پھر (جب) دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو قرأت کرتے پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہتے (تین زائد + ایک رکوع والی)]

(مصنف عبدالرزاق: ۳/۲۹۳رقم ۵۶۷۷)

۱۷)سترہویں روایت پھر بارہ تکبیرات والی لکھی (الحدیث شمارہ۱۰۶ص۴۴)

جواب: اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف راوی ہے اس کے مقابلے میں ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں جو ابھی ۱۶نمبر کے تحت گذری

۱۸)اٹھارہویں روایت ام شریک الانصاریہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت لکھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا

(الحدیث شمارہ۱۰۶ص۴۴)

جواب: یہ روایت بھی ضعیف ہے اور اس کے مقابلے میں ہم ان روایات پر عمل کرتے ہیں:

(۱)[حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز جنازہ میں پڑھنے کے لئے کسی چیز کو معین نہیں فرمایا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے] (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۹۴ رقم ۱۱۴۸۵)

(۲)[حضور ﷺ کے تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے عمرو بن شعیب عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں پڑھنے کے لئے کوئی چیز معین نہیں]
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۲۹۴ رقم ۱۱۴۸۶)

۱۹)انیسویں روایت سنن دار قطنی اور مستدرک للحاکم کے حوالے سے لکھی کہ ''نبی ﷺ جب سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو اونچی آواز سے آمین کہتے تھے'' آگے لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند زہری تک حسن لذاتہ ہے اور بعد والی سند دیوبندیہ و بریلویہ کی شرط پر صحیح ہے لیکن نیموی نے لکھا[وفی اسنادہ لین]اور اس کی سند میں کمزوری ہے (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۴)

جواب: زبیر علی زئی کی عادت ہے کہ وہ زبردستی دوسروں کا وکیل بن بیٹھتا ہے یہ روایت اگر ہماری شرط پر ہوتی تو ہمارا محدث اسے[وفی اسنادہ لین] کیوں کہتا، ایک ہی جملے میں دوغلی پالیسی، اس روایت میں ایک راوی[اسحاق بن ابراہیم العلاء الزبیدی] ہے جو کہ ضعیف راوی ہے

امام نسائی فرماتے ہیں لیس بثقة، امام ابوداؤد فرماتے ہیں لیس بشیء و کذبه (میزان الاعتدال: ۱/۱۸۱ ترجمہ ۷۳۰)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں[روی الآجری عن ابی داؤد ان محمد بن عون قال ما اشك ان اسحاق بن زبریق یکذب] (تہذیب التہذیب: ۱/۱۸۹ ترجمہ ۴۰۶)

اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے (نماز کی) تعلیم دیتے ہوئے فرمایا، امام سے جلدی نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضآلین کہے تو تم آمین کہو الخ] (صحیح مسلم: ۲/۲۰ رقم ۹۵۹)

۲۰)بیسویں روایت ام حصین رضی اللہ عنہا کی اونچی آواز سے آمین کہنے کی نقل کیا اور خود ہی لکھتے ہیں کہ نیموی نے لکھا ہے ''وفیہ اسماعیل بن مسلم المکی وہو ضعیف'' آخر میں زبیر علی زئی رونا روتا ہے[عجیب انصاف ہے کہ یہ لوگ خود تو بہت سی روایتوں کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اگر کوئی صحیح العقیدہ سنی یعنی اہل حدیث عالم اصول حدیث، اسماء الرجال اور جمہور محدثین کی گواہیوں کو مدنظر رکھ کر کسی روایت کو ضعیف قرار دے تو انھیں مرچیں لگ جاتی ہیں اور منکرین حدیث کا فتوی لگانا شروع کر دیتے ہیں سبحان اللہ! (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۴)

جواب: زبیر علی زئی سے گزارش ہے کہ وہ میرا مضمون غور سے پڑھیں شاید بات ان کے پلے پڑ جائے میں نے مطلقاً ضعیف احادیث کا انکار کا رد کیا ہے آپ کا یعنی لگا کر سنی بننا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ آپ تو غیر مقلد ہیں سنی نہیں اسی لئے آپ کو یعنی لگانے کی ضرورت پڑی اس کے علاوہ آپ کا اصول حدیث اور اسماء الرجال و جمہور محدثین کی گواہیوں کا شکوہ کرنا اس لئے ٹھیک نہیں کہ جمہور محدثین ضعیف روایات کا کلی انکار نہیں کرتے تھے آپ کو بات سمجھ نہیں آتی آپ کبھی کلی انکار کرتے ہیں اور کبھی ہم پر کلی حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں مرچیں تو آپ کو لگی ہیں نہ کہ ہمیں میں نے تو ایک تجزیہ دلائل کی روشنی میں پیش کیا تھا اصول حدیث کی روشنی میں خود فیصلہ کیجئے کہ صحیح روایت کے مقابلے میں

ضعیف روایت قبول کرنا ہوتی ہے یا صحیح ،اس روایت میں بھی اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف ہے اس کو[امام احمد،امام یحیی بن معین ،ابن حبان ،امام البزار،عقیلی،الدولابی،الساجی اورابن الجارود نے ضعیف قرار دیا ہے]دیکھئے (تہذیب التہذیب: ۱/۲۹۰ترجمہ ۵۹۸)اس ضعیف روایت کے مقابل ہم اہل سنت وجماعت صحیح مسلم کی حدیث جو۹انمبر کے تحت درج ہے اس پر عمل کرتے ہیں

۲۱)اکیسویں روایت معجم الاوسط للطبرانی کا ایک حصہ نقل کیا لکھتے ہیں ''فأما زلة عالم فان اهتدى فلا تقلدوه دينكم'' رہی عالم کی غلطی تو اگر وہ ہدایت پر بھی ہو تو دین میں اس کی تقلید نہ کرو ،پھر لکھتے ہیں کیا ظفر القادری بکھروی صاحب اور فرقہ بریلویہ اور دیوبندیہ اصول وفروع ہر مسئلے میں درج بالا ضعیف مرفوع روایت پر عمل کے لئے تیار ہیں؟ (الحدیث شمارہ۱۰۶ص ۴۵)

جواب:جناب والا اسی ضعیف روایت میں آگے الفاظ ہیں[فان للقرآن منارا كمنار الطريق فما عرفتم فخذوه وما أنكرتم فردوه الى عالمه] دیکھئے:(المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۷۸رقم۸۷۱۵مطبوعه قاهره)

جبکہ ہم اللہ رب العزت جل جلالہ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں:

[فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.]ترجمہ:اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو(النحل: ۴۳،الانبیاء : ۷)

چنانچہ اس آیت کے ضمن میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[واستدل بها أيضا على وجوب المراجعة للعلماء فيما لايعلم،وفى الاكليل للجلال الدين سيوطى أنه استدل بهاعلى جواز تقليد العامى فى الفروع]ترجمہ:اور اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا علم خود نہ ہو اس سے علماء کا رجوع کرنا واجب ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ[الاکلیل فی استنباط التنزیل :ص۱۶۳تحت النحل آیت :۴۳]میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی مسائل میں تقلید جائز ہے

(روح المعانی: ۷/۳۸۷مطبوعہ بیروت)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''الفقیه والمتفقه: ۱/۴۱۶مطبوعہ سعودی عرب''میں لکھتے ہیں:

[أما من يسوغ له التقليد فهو العامى: الذى لا يعرف طرق الأحكام الشرعية،فيجوز له أن يقلد عالماويعمل بقوله،قال الله تعالىٰ: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن]ترجمہ: رہا یہ مسئلہ کہ تقلید کس کے لئے جائز ہے سو یہ وہ عامی شخص ہے جو احکام شرعیہ کے طریقے نہیں جانتا پس اسے جائز کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے،اور اس کے قول پر عمل کرے،اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ:فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن.

یہ روایت تو آپ پر فٹ ہوتی ہے کہ کوئی عالم غلطی پر ہو تو اس کی دین میں تقلید نہ کرو جیسے[مسئلہ تدلیس]میں آپ کو غلطی لگی ہوئی ہے اور اس حوالے سے آپ کے اپنے پرائے آپ کو سمجھا رہے ہیں آپ پھر بھی اپنے اندھے مقلدوں کی بنا پر ڈٹے ہوئے ہیں

۲۲)بائیسویں روایت ابو صالح باذام (ضعیف راوی) کی روایت لکھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرات القبور (قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں)،ان پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت بھیجی (الحدیث شمارہ۱۰۶ص ۴۵)

جواب: ہم اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں مؤقف یہ ہے کہ عورتوں کا قبرستان جانا منع ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے [فتاوٰی رضویہ: ۹/ ۵۳۶، ۵۳۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور] میں لکھا ہے، اسی طرح اس مسئلہ پر خاص ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام [جمل النور فی نهی النساء عن زيارة القبور] دیکھئے "فتاوٰی رضویہ: ۹/ ۵۴۱ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور" اسی طرح قبر پر مسجد بنانے سے مراد اگر اس پر نماز پڑھنا ہے تو ہم اس کو جائز نہیں سمجھتے اور اگر اس سے مراد قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ہے تو یہ بھی ہمارے نزدیک جائز نہیں، رہی بات چراغ جلانے والی تو اس سے مراد اگر قبر کے اوپر چراغ جلانا مراد ہے تو یہ بھی ہمارے نزدیک جائز نہیں، ہاں اگر زائرین کی آسانی کے لئے روشنی کرنا مقصود ہو تو جائز ہے، یہی روایت لکھ کر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ تفصیل سے لکھا ہے دیکھئے فتاوٰی رضویہ: ۹/ ۴۹۰، ۴۹۱ میں، اور اسی طرح [فتاوٰی افریقہ: ص ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴] مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور میں ہے، لہٰذا ہمیں طعنہ دینے کی بجائے آپ اپنی اداؤں پہ غور کریں ہم تو اس روایت کو قابل احتجاج سمجھتے ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے گزرا

۲۳، ۲۴، ۲۵) تیئسویں روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سنن الکبریٰ للبیہقی کے حوالے سے لکھی کہ وہ سفر میں فرض نماز چار رکعتیں پڑھتی تھیں، پھر چوبیسویں روایت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لکھی کہ رسول اللہ ﷺ قصر کرتے اور میں پوری پڑھتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اچھا کیا (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۵، ۴۶) پچیسویں روایت پھر دار قطنی کے حوالے سے لکھی کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے (الحدیث شمارہ: ۱۰۶ ص ۴۷)

جواب: علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

[رسول اللہ ﷺ سفر میں ہمیشہ چار رکعات والی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے جب تک مدینہ واپس تشریف نہ لے آتے اور آپ ﷺ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ آپ نے سفر میں کبھی پوری نماز پڑھی ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ مروی ہے کہ آپ سفر میں قصر بھی کرتے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ بھی رکھتے تھے وہ حدیث صحیح نہیں

میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے (زاد المعاد فی هدی خیر العباد: ۱/ ۴۴۴ مبحث فی قصر الصلوٰۃ)

۱) امام نسائی والی روایت کے بارے میں آپ کے ہی محدث "البانی" سنن نسائی میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں [منکر] یہ روایت منکر ہے: (سنن نسائی بأحکام البانی: ۱/ ۱۲۲ تحت رقم ۱۴۵۶)

۲) ابو بکر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں خطاء ہے (البدر المنیر: ۴/ ۵۲۷، تنقیح التحقیق لابن الهادی: ۲/ ۵۲۰)

۳) علامہ ابن الھادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [هذا حديث منكر] یہ منکر حدیث ہے

(تنقیح التحقیق لابن الهادی: ۲/ ۵۲۰ تحت حدیث ۱۲۱۸)

۴) امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو منکر سمجھتے ہیں (تلخیص الحبیر: ۲/ ۱۱۲)

۵) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث خطاء ہے (سنن الکبریٰ للبیهقی: ۳/ ۱۴۲ تحت حدیث ۵۶۳۶ مطبوعہ حیدر آباد دکن انڈیا)

{۶} امام جمال الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو روایت کو منکر لکھا ہے (نصب الرایۃ: ۲/۹۱ امطبوعہ بیروت)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے [وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ.]

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نمازیں قصر سے پڑھو (سورۃ النساء: ۱۰۱)

آپ کی پیش کردہ روایات کے مقابلے میں ہم جمہور کی قبول کردہ صحیحین کی اس روایت پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں رہا ہوں ان حضرات نے سفر میں کبھی بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی]

(صحیح بخاری: ۲/۵۷ رقم ۱۱۱۲، صحیح مسلم: ۲/۱۴۴ رقم ۱۶۱۱، سنن ابو داؤد: ۱/۳۷۴ رقم ۱۲۲۵)

اس کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتیں ہیں:

[کہ ابتداء میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر میں نماز پوری (چار رکعات) کی گئی اور سفر میں پہلی فرضیت (یعنی دو رکعت) پر باقی رکھی گئی] (صحیح مسلم: ۲/۱۴۲ رقم ۱۶۰۳، سنن الکبریٰ للبیہقی: ۳/۱۳۵ رقم ۵۵۸۸)

لہٰذا آپ کی پیش کردہ منکر روایت کی بجائے ان روایت پر ہمارا عمل ہے

۲۶) چھبیسویں روایت ''ابوداؤد اور صحیح ابن حبان'' کے حوالے سے لکھی کہ [پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھتے رہے حتیٰ کہ وفات پا گئے اور دوبارہ یہ نماز روشنی کر کے نہیں پڑھی (الحدیث شمارہ: ۱۰۶ ص ۴۷)

جواب: اس روایت میں ایک راوی ''اسامہ بن زید اللیثی'' ہے جو کہ مختلف فیہ راوی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں [لیس بشیء] پھر فرماتے ہیں نافع سے یہ منکر روایات بیان کرتا ہے، یحیی بن سعید اس کو ضعیف کہتے ہیں، امام نسائی کہتے ہیں [لیس بالقوی] امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج نہ کیا جائے دیکھئے [تہذیب الکمال: ۲/۳۴۷ ترجمہ ۳۱۷] اور کچھ اس کی تصحیح کرتے ہیں اس روایت میں بھی اس راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کی ہے امام ابوداؤد ہی اسی روایت کے آخر میں فرماتے ہیں [اسی حدیث کو زہری، معمر، مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابوحمزہ، لیث بن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا مگر انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کن اوقات میں نماز پڑھی اور نہ تفصیل بیان کی] دیکھئے سنن ابوداؤد: ۱/۱۵۱ تحت حدیث ۳۹۴، معلوم ہوا کہ اسامہ بن زید اللیثی نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہٰذا یہ روایت اصول حدیث کے مطابق قبول نہیں اس کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں [حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبح کو خوب روشن کیا کرو پس بے شک اس میں تمہارے لئے زیادہ اجر یا زیادہ ثواب ہے] ناصر الدین البانی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا

(سنن ابو داؤد: ح ۴۲۴، سنن ترمذی: ح ۱۵۴، سنن ابن ماجہ: ح ۶۷۲، مسند احمد: ح ۱۵۸۵۷، صحیح ابن حبان: ح ۱۴۹۰، مسند حمیدی: ح ۴۳۴)

۲۷) ستائیسویں نمبر پر تین روایتیں، سنن ترمذی، استذکار اور سنن الکبریٰ بیہقی کے حوالے سے لکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور اس کو حسن لذاتہ قرار دیا (الحدیث شمارہ: ۱۰۶ ص ۴۸)

جواب: ان روایتوں میں ایک راوی ابوخالد البصری ازہر بن سنان القرشی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے جس کو امام یحیی بن معین نے [لیس

بشیء] کہا، عقیلی نے اس کی حدیث کو وہم قرار دیا، ابن عدی نے اس کو منکر قرار دیا، ابن حبان نے کہا قلیل الحدیث ہے اور منکر روایتیں بیان کرتا ہے ابن شاہین نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا، امام ساجی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا دیکھئے

[تہذیب الکمال: ۳۲۶/۲ رقم ۳۰۹، تہذیب التہذیب: ۱/۷۹ رقم ۳۸۴] اس کے علاوہ اس روایت کو البانی نے بھی ابو خالد کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے (سنن ترمذی: ح ۲۴۵) اب قارئین بتائیں کہ یہ روایت حسن لذاتہ کیسے ہوگئی یہی زبیر علی زئی کا کمال ہے

جبکہ ہم اس کے مقابل صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں [حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ نماز کا آغاز کرتے اور وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ قرأت کے شروع میں پڑھتے اور نہ آخر میں

(صحیح مسلم: ۲/۱۲ رقم ۹۱۸)

اس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ابو بکر، عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی کی میں نے اونچی آواز سے بسم اللہ نہیں سنی (سنن نسائی: ۲/۱۳۵ رقم ۹۰۷ قال البانی صحیح)

اسی طرح ایک حسن روایت میں ہے [حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اپنے آپ کو اس سے بچا میں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا ہے]

(سنن ترمذی: ۲/۱۲ رقم ۲۴۴ قال الترمذی حسن، مسند احمد: ۴/۸۵ رقم ۱۶۸۳۳ قال شعیب اسنادہ حسن فی الشواھد، سنن ابن ماجۃ: ۲/۱۲ رقم ۸۱۵)

۲۸) اٹھائیسویں روایت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ کی لکھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ جہراً پڑھی، اس کے بعد لکھا کہ احمد یار نعیمی بریلوی نے لکھا ہے ''لہٰذا یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث مشہورہ کے مقابل حدیث شاذ قابل عمل نہیں ہوتی'' (الحدیث شمارہ: ۱۰۶ ص ۴۸)

جواب: معلوم نہیں زبیر علی زئی کو مرچیں کیوں لگیں احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس روایت کو شاذ کہنے پر، جبکہ حقیقت تو یہی ہے کیونکہ ۲۷ نمبر کے تحت میں نے صحیح روایات نقل کیں کہ حضور ﷺ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تھے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اور روایت ہے

دیکھئے [مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۴۱۱ رقم ۴۱۶۷ تحقیق محمد عوامہ) لہٰذا یہ روایت حدیث صحیحہ اور مشہورہ کے مخالف کیسے قبول کی جاسکتی ہے

۲۹) انتیسویں روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی لکھی کہ وہ جو آدمی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرتا تو اسے کنکریاں مارتے، آگے لکھتے ہیں کہ ولید بن مسلم صحیحین کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ صدوق ہیں (الحدیث شمارہ: ۱۰۷ ص ۱۶)

جواب: ولید بن مسلم اس روایت میں متفرد ہے اور ولید بن مسلم کثیر غلطیاں بھی کرتا ہے چنانچہ:

① امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کثیر الخطاء'' [تہذیب التہذیب: ۱۱/۱۳۵]

② ابو مسہر غسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ کذابین کی روایات اوزاعی سے لے کر ان کی تدلیس کرتا تھا [تہذیب التہذیب: ۱۱/۱۳۵]

③ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم ایسا مختلط ہو چکا تھا کہ ماسمع اور غیر ماسمع میں کوئی تمیز نہ رہی تھی

[تهذیب التهذیب :۱۱/۱۳۶]

④امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں، رواته ثقات لكن منكر [تذکرۃ الحفاظ: ۲/۱۸۸]

⑤علامہ ابن القیم ولید بن مسلم کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں ''اس حدیث کو بڑے بڑے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، امام بخاری ،ابو زرعہ، ترمذی، ابو داؤد، شافعی ،اور متاخرین میں ابن حزم نے ،پھر لکھتے ہیں کہ اس روایت میں ولید بن مسلم کا تفرد ہے

[تہذیب سنن ابی داؤد: ۱/۹۱]

⑥امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ولید بن مسلم کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں ''فغلط فيه الوليد ''پس اس میں ولید کی غلطی ہے [القراءۃ خلف الامام للبیہقی :ص ۱۲۰ تحت رقم ۱۱۱]

⑦امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی تحدیث کے باوجود اس کی روایت کے بارے میں تفرد کی وجہ سے فرماتے ہیں ''وهذا حديث معلول ''یہ حدیث معلول ہے [سنن ترمذی: ۱/۶۲ تحت حدیث ۹۷]

⑧امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی تحدیث کے باوجود اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں ''هذا لم يروه الا الوليد لا ندرى هو صحيح أم لا ''ہم نہیں جانتے کہ ولید کی روایت صحیح یا غلط [سنن ابو داؤد: ۴/۳۲۰ تحت حدیث ۴۵۸۸]

⑨امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں ''ليس بمحفوظ ''اس کی حدیث محفوظ نہیں

[علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱/۶۰۲ تحت حدیث ۱۳۵]

⑩ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی ولید بن مسلم کی روایت کو ضعیف کہا ہے [سنن ترمذی: ۱/۶۲ تحت حدیث ۹۷]، امام بیہقی نے بھی ولید کی روایت کے حوالے سے ابن صاعد سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ ولید کی خطاء ہے

[سنن الکبریٰ للبیهقی : ۲/۱۶۵ تحت حدیث۳۰۳۶]

اسی ولید بن مسلم کی دیگر رفع یدین والی روایات ملاحظہ ہوں:

①[كان ابن عمر اذا راى مصليا لا يرفع يديه فى الصلاة حصبه وامره ان يرفع يديه]

ترجمہ: جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے

[مسائل احمد بن حنبل روایة ابنه عبدالله: ص ۷۰، تاریخ جرجان :ص ۴۷۰، معرفة علوم الحدیث للحاکم: ص ۲۹۵]اس میں معلوم ہوتا ہے کہ شروع والا رفع یدین ہے

②[كان ابن عمر اذا راى رجلا لا يرفع يديه حصبه وامره ان يرفع يديه]ترجمہ: جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے[التمهيد لابن عبدالبر : ۹/ ۲۲۴]اس میں نماز کی بات نہیں

③[كان ابن عمر اذا راى رجلا يصلى لا يرفع يديه كلما خفض ورفع حصبه حتىٰ يرفع]ترجمہ: حضرت ابن

عمر رضی اللہ عنہ جب کسی نمازی کو دیکھتے کہ وہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریں مارتے حتیٰ کہ وہ رفع یدین کرتا

[سنن دارقطنی: ۲/۴۱رقم۱۱۱۸،مسند الحمیدی: ۲/۲۳۵رقم ۶۴۴]

لہٰذا یہ روایت ولید بن مسلم کے تفرد کا نتیجہ ہے جو زبیر علی زئی نے نقل کی ہے،مسند حمیدی اور دار قطنی والی روایت میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرواتے اور یہ غیر مقلدین کو بھی قبول نہیں تو ہمیں کیسے قبول کرواتے ہیں جبکہ محدثین بھی قبول نہیں کر رہے،اس کے مقابلے میں ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس سند صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں

[عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہ فلم يكن يرفع يديه الا فی التكبير ة الأولىٰ من الصلاة]ترجمہ:حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے تکبیر اولی کے نماز میں

(شرح معانی الآثار : ۱/۲۲۵رقم۱۳۵۷،مصنف ابن ابی شیبة:۱/۲۳۷رقم۲۴۶۷،معرفة السنن و الآثار للبیهقی: ۲/۴۲۸رقم،الاوسط لابن المنذر : ۴/۳۱۲رقم ۱۳۴۴]

۳۰)تیسویں روایت سنن ترمذی کے حوالے سے نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا اور جوتوں پر مسح کیا

(الحدیث شمارہ:۱۰۷ص۱۶)

جواب: یہ روایت ضعیف ہے امام ترمذی کا اس کو حسن کہنا سہو ہے،اس کے علاوہ اُبی قیس متفرد ہے جبکہ جمہور ائمہ حدیث اس کو ضعیف فرما رہے ہیں عجیب عادت ہے غیر مقلدین کی بھی جب محدثین امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوں تو یہ لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں جیسے ترک رفع یدین والی حدیث میں اور جب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جمہور ائمہ حدیث ہوں تو پھر یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیتے ہیں

① امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[و اتفق الحفاظ على تضعيفه]اس کی تضعیف پر حفاظ حدیث کا اتفاق ہے(تحفۃ الاحوذی:۱/۱۱۲)

② امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے (سنن الکبریٰ بیہقی: ۱/۲۸۴تحت روایت ۱۴۰۱)

③ عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[ہو منکر]یہ(حدیث)منکر ہے (تہذیب السنن ابو داؤد لابن القیم: ۱/۸۶)

④ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[ليس بالمتصل ولا بالقوی]یہ(روایت)متصل بھی نہیں اور قوی بھی نہیں

(سنن ابو داؤد: ۱/۶۱تحت حدیث ۱۵۹)

⑤ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے (سنن الکبریٰ بیہقی: ۱/۲۸۴تحت روایت ۱۴۰۱)

⑥ امام احمد،عبدالرحمٰن بن مہدی،یحیی بن معین،علی بن مدینی،سفیان ثوری اور امام مسلم رحمہم اللہ سب اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں

(تہذیب السنن ابو داؤد لابن القیم: ۱/۸۶)

یہ روایت قرآن مجید کے ظاہر کے خلاف ہے،ہم قرآن مجید پر اور جو صحیح سند اور جمہور محدثین کی قبول کردہ حدیث[عن المغيرة أن النبّیّ صلی اللہ علیہ وسلم مسح على الخفين]پر عمل کرتے ہیں

اس کے بعد ،الحدیث شمارہ:۱۰۷ص ۱۹ دو روایتیں اور لکھیں ان کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں

۱)مسند احمد اور مسند ابی یعلیٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیں ،پھر وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے ۔ نبی ﷺ نے انھیں ایک طلاق قرار دیا اور رجوع کرنے کا اختیار دیا

(الحدیث شمارہ:۱۰۷ص ۱۹)

جواب: یہ روایت صحیح نہیں ،اس میں ایک راوی ''داؤد بن الحصین ،ابوسلیمان الاموی'' ہے ،محدثین اس کے بارے میں فرماتے ہیں

[امام ابن المدینی کہتے ہیں ''ماروی عن عکرمة فمنکر ''امام ابوداؤد فرماتے ہیں ''أحادیثه عن عکرمة مناکیر ''ابوحاتم فرماتے ہیں ''لترک حدیثہ''ابوزرعہ فرماتے ہیں ''لین''امام ترمذی نے اس حفظ کے حوالے سے کلام کیا دیکھئے:

[سیر أعلام النبلاء: ۶/۱۰۶ارقم ۲۸]

امام ساجی نے فرمایا یہ منکر الحدیث ہے (اکمال تہذیب الکمال: ۴/۲۴۴، ۲۴۵)امام ذہبی دیوان الضعفاء میں شمار کیا، یہ روایت بھی[داؤد عن عکرمہ ہے]لہٰذا منکر ہے

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے دوسرا راوی اس بھی زیادہ ضعیف ہے امام ابن حبان فرماتے ہیں اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے (العلل المتناهیةلابن جوزی: ۲/۶۴۰)

اس کے علاوہ مسند احمد کے محقق شعیب الأرناؤوط غیر مقلد لکھتے ہیں: اسنادہ ضعیف (مسند احمد: ۲۶۵۱ رقم ۲۳۸۷ مطبوعہ قاہرہ)

ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ابن اسحاق کا وہم ہے (بدایۃ المجتہد: ۲/۶۱)محمد بن اسحاق کے بارے میں معتدل قول یہ ہے کہ وہ ثقہ ہے مگر احکام اور سنت میں مقبول نہیں جیسا کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا فرماتے ہیں [وأنه لیس بحجةفی الحلال و الحرام]اور بے شک یہ حلال وحرام میں حجت نہیں (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۳۰تحت ترجمہ محمد بن اسحاق)

اور یہاں بھی حلال وحرام کا مسئلہ ہے لہٰذا حجت نہیں اس لئے زبیر علی زئی کا ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ '' کا حوالہ دینا بے سود ہے

اس کے مقابلے میں سند صحیح سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں

[انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی پس رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا ارادہ کیا تھا عرض کی ایک کا فرمایا خدا لگتی کہتے ہو، عرض کی خدا لگتی کہتا ہوں فرمایا تمہارے ارادہ کے مطابق ہو گیا، امام ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ ابن جریج کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے]

(سنن ابو داؤد : ۲/۲۳۱رقم۲۲۱۰،سنن دار قطنی: ۵/۶۰رقم۳۹۷۹قال ابو داؤدھٰذا حدیث صحیح،المستدرك للحاکم مع تعلیقات الذھبی: ۲/۲۱۸رقم۲۸۰۷،التلخیص الحبیر :۳/۴۵۸رقم۱۶۰۳)

{۱} امام حاکم اور امام ذہبی دونوں فرماتے ہیں کہ اس کا متابع موجود ہے جس سے یہ حدیث صحیح ہو جاتی ہے

(المستدرک للحاکم مع تعلیقات الذہبی: ۲/۲۱۸رقم ۲۸۰۷)

اس کے بعد متابع لکھا (المستدرک للحاکم مع تعلیقات الذہبی: ۲/ ۲۱۸ رقم ۲۸۰۸)

﴿۲﴾ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [امام ابوداؤد، ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں

(التلخیص الحبیر : ۳/۴۵۸)

۲) دوسری روایت لکھتے ہیں کہ ''عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: خاتم النبیین کہو، اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، پھر لکھتے ہیں: جریر بن حازم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات نہیں، لہٰذا یہ منقطع یعنی ضعیف ہے۔ بریلویہ کا قادیانیہ کی اس دلیل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(الحدیث شمارہ: ۱۰۷ ص ۱۹)

جواب: معلوم یہ ہوتا ہے کہ زبیر علی زئی پر بھی قادیانیہ کا اثر ہو گیا ہے اور جناب کی عقل ماری گئی ہے ابھی تو آغاز ہے دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے جو کچھ بھی وسوسے ذہن میں آتے ہیں زبیر علی زئی لکھتا جاتا ہے جناب والا اس روایت کے خلاف احادیث صحیحہ اور مشہورہ ہیں ہمارا اس پر عمل ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے [لانبی بعدی ، میرے بعد کوئی نبی نہیں]

(صحیح بخاری: ۱/ ۴۹۱، صحیح مسلم: ۲/ ۱۲۶، مسند احمد: ۲/ ۲۹۷) زیادہ تفصیل کے لئے میرا مضمون ''قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت'' کا مطالعہ کیجئے، دیکھئے: [الحقیقۃ کا تحفظ ختم نبوت نمبر جلد اول: ص ۳۳۹ تا ۳۴۹]

یہ تھی غیر مقلدین کے ذہبی زماں کی تحقیق جو اس نے اہل سنت و جماعت پر تیر برسائے اس کا جواب ملاحظہ فرمایا اور قارئین کرام نے یہ بات بھی محسوس کی ہوگی کہ ان غیر مقلدین کا عمل اکثر منکر و متروک وضعیف وشاذ روایات پر ہے جیسا کہ زبیر علی زئی نے ان روایات کو لکھا یہ ساری روایات ان کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں ہم اہل سنت و جماعت صحیح وحسن روایات پر عمل کرتے ہیں فالحمدللہ.

﴿غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا عجیب واویلا﴾

زبیر علی زئی رونا روتا ہے لکھتا ہے [اور اہل حدیث کے خلاف ''غیر مقلدین'' کا ناپسندیدہ لفظ استعمال کر کے جھوٹا پروپیگنڈا نہ کریں]

(الحدیث شمارہ: ۱۰۷ ص ۲۴)

قارئین خود اندازہ لگائیں کہ غالی غیر مقلد دوسروں کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے [تقلیدی، رضاخانی، بریلویہ، دیوبندیہ وغیرہ] مگر اپنے لئے غیر مقلد کا لفظ پسند نہیں کرتا تو مہربانی فرما کر اپنا مقلد ہونا ظاہر کریں، اگر غیر مقلد ہیں تو پھر غصہ کس بات کا، ہمیں معلوم ہے پہلے آپ لوگوں کو وہابی کہلوانا اچھا لگتا تھا جب لوگوں کو آپ کی حقیقت معلوم ہوگئی تو آپ لوگوں نے انگریزوں کی منت سماجت کر کے اپنا نام [اہل حدیث] الاٹ کروایا لازمی بات ہے اپنے آقا کا رجسٹرڈ نام آپ کو اچھا لگے گا

﴿غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی قلابازیاں﴾

ایک راوی اسید بن زید کے حوالے سے میں نے لکھا تھا کہ اس کی روایت بخاری میں ہے اور پھر تفصیل سے اس کو ضعیف راوی ثابت کیا تھا بلکہ بعض محدث اسے کذاب کہتے ہیں، لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے زبیر علی زئی لکھتا ہے ''وہ اسے ضعیف نہیں بلکہ صدوق سمجھتے تھے'' (الحدیث شمارہ: ۱۰۷ص ۲۳)

اب کوئی ان سے پوچھے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں اس راوی کو صدوق لکھا ہے بس اپنے ہی قیاس کو لوگوں پر ٹھونستے ہیں

میں نے ایک روایت بخاری کی لکھی جس کو امام بخاری ضعیف سمجھتے تھے اس کے متعلق زبیر علی زئی لکھتا ہے [امام بخاری کا اسے ضعیف قرار دینا صحیح نہیں] (الحدیث شمارہ: ۱۰۷ص ۲۳)

زبیر علی زئی نے نور العینین ص ۱۳۳ نمبر ۱۱ کے تحت امام بخاری کو حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جارح میں لکھا جزء رفع الیدین (۳۲) جبکہ جزء رفع الیدین (۳۲) جو جناب کی تخریج شدہ ہے اس میں (۳۲) کے تحت امام بخاری نے پہلے سفیان ثوری کی سند سے حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ لکھی پھر عبداللہ بن ادریس کی سند سے روایت لکھی پھر لکھا [فهذا أصح] یہ روایت زیادہ صحیح ہے اگر پہلی حدیث صحیح نہیں تو دوسری [أصح] کیسے ہوگئی امام بخاری نے تو حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صحیح لکھا اب یہ کیا کہ ترجیح دے کر دوسری روایات پر عمل کیا بتاؤ کیا انھوں نے ضعیف کہا؟ زبیر علی زئی لکھتا ہے [والعمل علىٰ هذا] کا مطلب اس روایت پر عمل کرنا نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ پر عمل کرنا ہے یہ روایت واقعی ضعیف ہے۔ (الحدیث شمارہ: ۱۰۷ص ۲۰)

اب اس غیر مقلد کو کون سمجھائے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت لکھ کر ہی یہ بات لکھی ہے اب اگر اس روایت پر عمل ہی نہیں کرنا تھا تو لکھنے کا مقصد، اور پھر بعد میں یہ بھی تصریح کہ اس پر عمل ہے، بات کو پھیرنا کوئی اس غیر مقلد سے سیکھے

بسم اللہ پڑھے بغیر وضو نہیں ہوتا، اس روایت کے بارے میں لکھا کہ ابن ماجہ (۳۹۷) مسند احمد (۳/۴۱) کی حدیث حسن لذاتہ ہے اس کو بوصیری نے حسن کہا ہے اس کا مکمل جواب پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں اب دیکھئے اس شمارہ: ۱۰۷ص: ۲۴ میں دو کتابوں کی سند کو حسن لذاتہ کہا، اور پچھلے شمارے ۱۰۶ص: ۳ میں لکھا [سنن ابن ماجہ کی سند حسن لذاتہ ہے اور باقی تمام روایت بلحاظ سند ضعیف ہیں] حالانکہ اس سے اوپر رواہ احمد بھی لکھا ہے اب قارئین ہی بتائیں اس غالی غیر مقلد کو نسیان اور وہم کی بیماری ہے جس کی بنا پر یہ قلابازیاں کھاتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

○وماتوفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم○

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۹ جولائی ۲۰۱۳ء